محمود الحسن بزمی *

کلامِ شاہ حسین کے منظوم اُردو تراجم

شاہ حسین کے کلام کے کچھ منظوم اُردو ترجمے پہلی بار خیابانِ پاک میں نظر آتے ہیں۔ یہ کتاب ادارہ مطبوعات کراچی کی طرف سے اگست ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں ''شاہ حسین'' کے تحت تین ترجمہ نگاروں کے منظوم اُردو ترجمے ہیں: دو کافیوں ''وت نہیں آونا'' اور ''سجن دے ہتھ بانہہ اساڈی'' کا آزاد ترجمہ عبدالمجید بھٹی نے کیا ہے، ایک کافی ''متراں دی مجمانی خاطر'' کا آزاد ترجمہ افضل پرویز نے کیا اور چار کافیوں کا پابند ترجمہ شفیع عقیل نے کیا ہے۔ شفیع عقیل نے ''ربا میرے حال دا محرم توں''، ''ربّا میرے اوگن چیت نہ دھریں''، ''عاشق ہونویں تاں عشق کماویں'' اور ''سن ری پگلی'' کو منظوم اُردو میں ڈھالا ہے۔ شاہ حسین کے کلام کے ان تین ترجمہ نگاروں کے یہ پابند اور آزاد ترجمے خیابانِ پاک کے صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۷۶ تک ہیں؛ اصل متن ساتھ نہیں دیا گیا صرف ترجمے ہیں۔

خیابانِ پاک (۱۹۵۶ء) میں شاہ حسین کے کلام کے ان مختلف اور مختصر ترجموں کے بعد ۱۹۶۱ء میں عبدالمجید بھٹی نے شاہ حسین کی تمام کافیوں کا منظوم اردو ترجمہ کر کے کافیاں شاہ حسین (منظوم اُردو ترجمہ) کے عنوان سے شائع کی اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں لوک ورثہ کا قومی ادارہ اسلام آباد نے شائع کیا۔ شاہ حسین کے کلام کے تراجم میں صرف یہ واحد ایسا ترجمہ ہے جس میں شاہ حسین کی تمام کافیوں کو منظوم اُردو میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے۔

ان کے بعد بھی چند ایک کوششیں ہوئی ہیں، مثلاً ۱۹۶۸ء میں شفیع عقیل نے پنجاب رنگ شائع کی تو اس میں شاہ حسین کی سات کافیوں کا منظوم اُردو ترجمہ شامل ہے جس میں سے چار تو وہی ہیں جو خیابان پاک میں ان کے نام سے آ چکی ہیں۔ پنجاب رنگ (۱۹۶۸ء) میں شفیع عقیل کے یہ ترجے صفحہ ۲۰ تا ۲۲ پر ہیں۔ شریف کنجاہی نے پنجابی شاعری سے انتخاب کے تحت پنجابی شعرا کے منتخب کلام کے منظوم اُردو تراجم کیے۔ یہ کتاب ۱۹۸۳ء میں اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد نے شائع کی۔ اس کے صفحہ ۲۲ پر شاہ حسین کی دو کافیاں ہیں ''نی مائے مینوں کھیڑیاں دی گل نہ آکھ'' اور ''مندی ہاں کہ چنگی ہاں'' اور اس کے مقابل صفحہ ۲۳ پر ان دو کافیوں کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔

ان کے علاوہ مقبول الٰہی کی ترجمہ شدہ شاہ حسین کی تین کافیاں سہ ماہی ادبیات اسلام آباد کے شمارہ ستمبر ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۸ پر شائع ہوئیں۔ یہ منظوم اُردو ترجمہ شاہ حسین کی ان تین کافیوں کا ہے: ''رہیے وو نال سجن دے رہیے''، ''بندے آپ نوں پچھان'' اور ''کت گن لگیں شوہ نوں پیاری''۔

شاہ حسین کے کلام کے اب تک جو منظوم اُردو ترجمے ہو سکے اور جن کا تعارف پیش کیا گیا ہے، ان کی تفصیل حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔ (۱)

اب تک کی تحقیق و تلاش سے شاہ حسین کی کافیوں کے مذکورہ بالا جو منظوم اُردو ترجمے سامنے آئے ہیں ان میں سے عبدالمجید بھٹی کا نام زیادہ اہم ہے کیونکہ انھوں نے تمام کافیوں کا ترجمہ کیا ہے اور ان کی یہ کتاب دو بار شائع ہو چکی ہے ان مذکورہ بالا شاہ حسین کی کافیوں کے منظوم اُردو ترجموں کا جائزہ لینے کے لیے ان ترجموں کے اصل ماخذ کے علاوہ، شاہ حسین کی کافیوں کے اصل متن کے جن مرتبہ ایڈیشنوں اور دیگر کتب سے مدد لی گئی ان کی تفصیل بھی حوالہ جات میں دی جا رہی ہے۔ (۲)

عبدالمجید بھٹی نے پنجابی کے اہم صوفی شعرا کے کلام کو منظوم اُردو میں ڈھالنے کی جو چند کوششیں کی ہیں شاہ حسین کی کافیوں کا منظوم اُردو ترجمہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کے ساتھ وہ بابا فرید گنج شکر، سلطان باہو اور بلھے شاہ کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں جو مختلف اوقات میں شائع

ہو کر پنجابی صوفی شعرا کے کلام سے شغف رکھنے والے حضرات سے پسندیدگی حاصل کر چکے ہیں۔

ان کا شاہ حسین کی کافیوں کا منظوم اُردو ترجمہ پہلی بار پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور نے شائع کیا تھا جس پر سال اشاعت درج نہیں۔ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے دیباچے پر یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء (۳) کی تاریخ درج ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ حسین کے کلام کا یہ منظوم اُردو ترجمہ ۱۹۶۱ء میں پہلی بار کتابی صورت میں شائع ہوا۔ عبدالمجید بھٹی سے پہلے کتابی حجم میں کسی دوسرے ترجمہ نگار کا منظوم ترجمہ شائع نہیں ہوا۔ چنانچہ اس اوّلیت کی بنا پر بھٹی صاحب کا ترجمہ ایک خاص ادبی اہمیت بھی حاصل کر لیتا ہے، اس لیے شاہ حسین کے کلام کے منظوم اُردو ترجموں کے تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کے لیے اسی کو فوقیت دی جائے گی۔

عبدالمجید بھٹی نے شاہ حسین کے کلام کا جو منظوم اُردو ترجمہ کیا ہے اس کا دوسرا ایڈیشن کافیاں شاہ حسین (منظوم اُردو ترجمہ) کے عنوان سے لوک ورثہ کا قومی ادارہ، پاکستان، اسلام آباد نے اپریل ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ اس میں شاہ حسین کی ۱۳۹ کافیوں اور پانچ متفرق اشعار (اشلوک) کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔ اس طرح یہ کتاب ۱۵۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ شروع میں کتاب کے کوائف، دیباچہ اور فہرست کے ۲۰ صفحات ان کے علاوہ ہیں۔ ان ابتدائی صفحات کے نمبر شمار، خود ساختہ ابجدی حروف پہ رکھے گئے ہیں۔ مثلاً ابجد، ہوز اور حطی کے بعد یا، یب، یج، ید، یہ، یو اور یی وغیرہ ہیں۔

کتابیاتی کوائف کے بعد ''شاہ حسین'' کے عنوان سے کتاب کا دیباچہ ہے جس میں مختصراً شاہ حسین کے حالات اور شاعری کے ذکر کے بعد موجودہ منظوم ترجمے کے بارے میں کچھ وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے بعد ''مندرجات'' کے تحت کافیوں کی فہرست ہے۔ چونکہ اس ترجمے کے ساتھ شاہ حسین کا پنجابی کلام بھی دیا گیا ہے، یعنی ایک صفحے پر پنجابی کلام پھر اس کے مقابل منظوم اُردو ترجمہ، اس وجہ سے فہرست میں بھی ہر صفحے پر دو کالم بنا کر پہلے کالم میں کافیوں کے پنجابی عنوانات اور دوسرے کالم میں اُردو عنوانات مع کافی نمبر و صفحہ نمبر درج کیے گئے ہیں۔

عبدالمجید بھٹی نے اپنے اس ترجمے میں شاہ حسین کی کافیوں کی ترتیب بازار میں دستیاب

تمام مجموعوں سے مختلف رکھی ہے۔ ان کی پیش کردہ ترتیب موضوعی ہے۔ تمام کافیوں کو مختلف موضوعات کے تحت تقسیم کرلیا ہے اور ہر موضوع کو ایک باب قرار دیا ہے۔ اس طرح ان تمام کافیوں کو بارہ (۱۲) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ہر باب کا عنوان کسی کافی کے شروع یا آخر کا مصرع یا مصرعے کے ایک حصے کو بنایا گیا ہے۔ یہ تمام عنوانات پنجابی کی بجائے اُردو میں ہیں۔

ان ابواب میں ''الف'' کے تحت ۲۹ کافیاں آئی ہیں، ''ب'' میں ۷، ''ج'' میں ۱۲، ''د'' میں ۱۲، ''ہ'' میں ۸، ''و'' میں ۱۲، ''ز'' میں ۹، ''ج'' میں ۱۷، ''ط'' میں ۶، ''ی'' میں ۱۸ اور ''یا'' کے تحت ۹ کافیاں آئی ہیں۔ سب سے آخر میں ''یب'' کے تحت ۵ متفرق اشعار کا منظوم اُردو ترجمہ بھی شامل ہے۔ اس طرح یہ کتاب صفحہ ۱۵۹ پہ ختم ہوتی ہے جس میں شاہ حسین کی ۱۳۹ (۴) پنجابی کافیاں اور عبدالمجید بھٹی کا کیا ہوا ان کا منظوم اُردو ترجمہ شامل ہے، اور پانچ متفرق پنجابی اشعار کا منظوم اردو ترجمہ بھی ہے۔

کتاب کے اصل متن اور ترجمے میں کچھ کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں جن کے لیے کتاب میں کوئی صحت نامہ (غلط نامہ) شامل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا تفصیلی تعارف اور جائزے سے پہلے بھٹی صاحب کی اس کتاب میں کتابت کی ان غلطیوں کی ذیل میں نشان دہی کی جاتی ہے:

ص:۴۳	''باڑ کی بجائے 'باڑ' '' ہے۔
ص:۷۳	''پاتی'' کی بجائے ''پانتی'' ہے۔
ص:۸۲	''کڑے'' کی بجائے ''کرے'' ہے۔
ص:۸۳	''سنکھیں'' کی بجائے ''سکھین'' ہے۔
ص:۱۳۲	''دیوانہ باتی'' کی بجائے ''یاتی'' ہے۔
ص:۱۵۲	''ناں'' کی بجائے ''تاں'' ہے۔
ص:۱۵۴	''تاں ڈردار کو ہو'' کی بجائے ''تاں ڈردار'' ہے۔
ص:۱۵۸	''آدر'' کی بجائے ''آڈر'' ہے۔
ص:۱۵۰	''پیکڑے'' کی بجائے ''پیرڑے'' ہے۔

ص ۱۰۶ پر تین کافیاں ہیں جو اُردو ترجمہ ہیں، اس کے بالمقابل صفحہ ۱۰۷ پر پنجابی جبکہ سابق ترتیب کے مطابق صفحہ ۱۰۶ پر پنجابی اور صفحہ ۱۰۷ پر اُردو ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔

ص ۸۸ پر کافی نمبر ۸۰ کے پہلے تین مصرعے اُردو میں ہیں، باقی تین پنجابی کے اسی طرح اس کے بالمقابل صفحہ ۸۹ پر پہلے تین پنجابی کے اور باقی اُردو کے۔ ان کے علاوہ دیباچے کے کچھ صفحات بھی بے ترتیب جڑ گئے ہیں۔

پنجابی شاعری میں، خصوصاً صوفیانہ شاعری میں، عاشق کو مؤنث اور محبوب کو مذکر کے صیغے میں لکھا جاتا ہے اور یہ ہندی شاعری کی بھی روایت ہے؛ وہاں بھی محبوب مذکر جبکہ عاشق مؤنث بن کر کلام کرتا ہے۔ اسی طرح بیوی، ہیر، سسی اور سوہنی وغیرہ اور محبوب حقیقی خدا یا مرشد کو رانجھا، پنل یا مہینوال کے انداز میں خطاب کیا ہے۔ اسی طرح انسانی جسم یا اعضا، دنیا، آخرت اور نیک و بد اعمال کیل یے بھی مختلف علامتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ عبدالمجید بھٹی نے شاہ حسین کی کافیوں کا ترجمہ کرتے ہوئے ان علامات کو من وعن استعمال کیا ہے یعنی راج، ترنجن یا چرخہ وغیرہ کے لیے ترجمے میں یا تو انہیں پنجابی لفظوں کو استعمال کیا ہے یا ان کا اُردو ترجمہ کردیا ہے۔ ان پنجابی علامات یا اصطلاحات کا جو اصل مفہوم ہے وہ نہیں استعمال ہوسکا۔ منظوم ترجمے میں عروضی پابندیوں کی وجہ سے یہ مسئلہ اور بھی شدت اختیار کر جاتا ہے چنانچہ منظوم اُردو ترجمے میں بعض پنجابی الفاظ کو صوتی حسن اور مقامی رنگ و آہنگ کی مناسبت سے ویسا ہی درج کرلیا جاتا ہے جو جائز اور درست بھی ہے اور پھر ان الفاظ کے اُردو میں مل جانے سے اُردو ذخیرہ الفاظ میں قابل قدر اضافہ ہو جاتا ہے۔ اُردو چونکہ قومی زبان ہے اس لیے یہ اہتمام ہونا چاہیے کہ علاقائی زبانوں کے بہت سے الفاظ اس میں شامل ہوتے رہیں جس طرح کہ سمندر میں دریا اور ندی نالے ملتے رہتے ہیں۔ ایک دوسری صورت ان پنجابی الفاظ کی یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر ان کا متبادل اُردو میں نہ مل رہا ہو تو انہی پنجابی الفاظ کو مؤرد کرلیا جاتا ہے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر مجبوراً پنجابی لفظ کو بعینہٖ استعمال کرنا پڑتا ہے اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ اس طرح دوسری زبان کے ذخیرۂ لفظی میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

شاہ حسین کی کافیوں کا منظوم اُردو ترجمہ کرتے ہوئے عبدالمجید بھٹی کو بھی ان مسائل کا

سامنا رہا ہے۔ ان کے ترجمے میں ایسی بے شمار مثالیں مل جاتی ہیں لیکن اس سلسلے میں دیباچے میں انھوں نے تین ایسے لفظوں کی نشاندہی کی ہے جن کو ویسا ہی استعمال کرنا پڑا اور اُردو میں ان کا کوئی مترادف نہ مل سکا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس منظوم ترجمے میں:

> ... تین الفاظ، داج، سالُو اور ہنڈ اجوں کے توں استعمال کیے گئے ہیں داج کے لیے جہیز اور دہیج (دہیز، علمی لغت) کے الفاظ موجود ہیں مگر سالو اور ہنڈا کے مترادف الفاظ اُردو زبان میں نہیں مل سکے۔ (۵)

مذکورہ تین الفاظ کے علاوہ زیر بحث منظوم اُردو ترجمے میں ایسے بیسیوں الفاظ آئے ہیں جو پنجابی کے ہیں۔ ان میں اکثر ایسے ہیں جن کا اردو میں مترادف موجود ہے اور یہاں عروضی پابندیاں بھی حائل نہیں ہیں اور نہ یہ صوتی حُسن اور آہنگ کے حائل ہیں، مثلاً: ہتھ، بانہہ، بغیچہ، کھارے (دُلہا بننا)، چوکا (چبوترا)، مکنا ہاتھی (مست ہاتھی مراد شیطان یا نفس امارہ) وغیرہ۔

عبدالمجید بھٹی نے شاہ حسین کی کافیوں کا ترجمہ کرتے وقت ان کافیوں کے وزن اور بحر کو برقرار رکھا ہے۔ وہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> نظم کا ترجمہ، اُسی وزن اور بحر میں ایک کٹھن کام تھا۔ حذف اور زوائد کے بغیر مصرع میں کرنے کی پابندی نے اُسے اور مشکل بنا دیا مگر اتنی کڑی شرط کے باوجود یہ کام تکمیل کو پہنچا۔ (۶)

عبدالمجید بھٹی کے اس ترجمے کے بارے میں ایک معتبر اور حوالے کی کتاب اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا میں ذیل کی رائے ملتی ہے:

> ان (عبدالمجید بھٹی) کے ''شاہ حسین دیاں کافیاں'' کے اُردو ترجمے میں اصل کافیوں والا ولولہ، مٹھاس اور راگ اس طرح سمویا ہوا ہے کہ ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ (۷)

جبکہ خود ترجمہ نگار نے بھی اپنی کتاب کے دیباچے میں اس کے بارے میں ایک محتاط خوش فہمی کا اظہار کیا ہے:

> اس ترجمے میں مفہوم کے زیادہ سے زیادہ قریب رہنے اور اُسے موزوں ترین انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (۸)

چنانچہ جب ہم اصل متن اور ترجمے کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ بھٹی صاحب صرف چند مکمل کافیوں اور بعض کافیوں کا جزوی مگر قابل تعریف منظوم اُردو ترجمہ ہی کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ یہاں انھوں نے شاعری کے مفہوم کا ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقلی کا فریضہ احسن طریق پہ سرانجام دیا ہے۔ کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

اصل متن:

مائے نی مَیں بھئی دِوانی!
مائے نِی مَیں بھئی دِوانی دیکھ جگت میں شور!
اِکناں ڈولی اِکناں گھوڑی اک سِولے اِک گور
ننگی پیریں جاندے ڈھٹڑے جن کے لکّھ کروڑ!
اِک شاہ اِک دلدّری اِک ساڈھو اِک چور
کہے حسین فقیر نماناں بھلے اساتھوں ڈھور!

ترجمہ:

ماتا ری مَیں بھئی دِوانی!
ماتا ری مَیں بھئی دیوانی دیکھ جگت میں شور!
اک ڈولی میں اک گھوڑی پر ایک جلے، اِک گور

ننگے پَیروں جاتے دیکھے جن کے لاکھ کروڑ
ایک ہے شہ او راک ہے کنگلا اک سادھو اِک چور
کہے حسین فقیر اللہ کا ہم سے بھلے ہیں ڈھور

اصل متن:

مینوں رہی نہ کائی مت نی!

مینوں اَنبڑ جوآ کھدی گت نی مینوں بھولی جوآ کھدی گت نی
مَیں نِت کتّن نوں سِکھیاں مینوں لکیاں سانگاں تِکھیاں
مینوں رہی نہ کائی مت نِی
چرخہ بھنّیں کھوہیں پُونیاں پچھی نوں ماراں لت نی
ہنجو روندا سب کوئی عاشق روندے رَت نی
کہے حسین سنائے کے اتھے پھیر نہ آوناں وَت نی

ترجمہ:

میری ماری گئی سیکھو مَت ری!

مجھے امّی جو کہتی ہے گت ری! مجھے بھولی جو کہتی ہے گت ری!
نِت کا تنا مَیں تو سِیکھی ، مجھے بھالیں لگی ہیں تِیکھی
میری ماری گئی سکھیو مت ری!
چَرخا پُونیاں دُور ہٹا دوں ماروں پٹاری کو لَت ری!
ہر کوئی آنسو بہائے پر لہُو رونا پیار کی گَت ری!
شاہ حسین پکار سنائے آنا پھرنہیں تت ری!

اصل متن:

سُتّی ایں تاں جاگ!

موہڈے تیرے دوجنے لکھ دے نی عیب ثواب
تیرے شَوہ راون کا واویلا سُتّی ایں تاں جاگ!
ایہہ ویلا نہ لَیسَن گُڑیئے تھِیسیں توں بہت خراب
کہے حسیؔن شوہ لیکھا پچھسی دیسیں تُوں کون جواب

ترجمہ:

سوئی ہَے تو جاگ!

کندھوں پہ تیرے دوجنے لِکھ رہے عیب ثواب
وقت ہَے کَنت رجھانے کا اب سوئی ہے تو جاگ
یہ تو نہ بالا غافِل ہونگے ہو گی تو سخت خراب
کہے حسیؔن ہوا جب لیکھا تو کیا دے گی جواب

اصل متن:

تِنہاں نُوں غم کیہا؟

تِنہاں نُوں غم کیہا؟ سائیں جنہاں دے وَل!
سوہنی صُورت دِلبر والی رہی اکھیاں وِچ گلّ
اِک پَل سجن جُدا نہ تھِیوے بیٹھا اندر مَلّ
کہے حسیؔن فقِیر سائیں دا چلنّاں اَج کہ گلّ

ترجمہ:

اُن کو بھلا ہے غم کیسا؟

اُن کو بھلا ہے غم کیسا؟ سنگ ہے جن سے ساجن کا
دِلکش مُکھڑا ہے ساجن کا آنکھوں میں ہے بھید چھُپا
اِک پل بھی وہ جُدا نہیں ہوتا دل میں ہے اُس کا ڈیرا
کہے حسینؔ فقیر اللہ کا آج کہ کل جانا لِکھّا

اصل متن:

ماٹِی سیوں رَل جاناں!

کیوں گمان جِندوِنی؟ آخر ماٹی سیوں رل جاناں!
ماٹی سیوں رل جاناں تے تاں سر پر دُنیا جاناں!
میر، ملک پاتشاہ شہزادے چو آچندن لاندے
خوشیاں وچ رہن متوالے ننگی پیریں جاندے
لا اُبالی درگاہ صاحب دی کہیں نہ چلدا ماناں
آپو آپ جناب پچھیسی کہے حسینؔ فقیر نماناں

ترجمہ:

ماٹِی میں مِل جانا

کیسا مان ہے ری جِندڑی آخر ماٹی میں ہے سمانا
ماٹی میں ہے سمانا شرط ہے اس دُنیا سے جانا
میر ملک اور شہ شہزادے چندن تلک لگائیں
عیش اور عشرت کے متوالے ننگے پیروں جائیں

بے پروا درگہ صاحب کی عاجز ہو کر جانا
آپی وہ سب کچھ پوچھے گا کہے حسینؔ نمانا

اصل متن:

وَت نہ دُنیا آون

سَدا نہ پھُلے توریا سَدا نہ لگے ساون
ایہہ جوبن تیرا چار دیہاڑے کاہے کو جھُوٹ کماون
وَت نہ دُنیا آون!
پیو گھر ے دِن چار دیہاڑے اَلبت ساہرڑے جاون!
شاہ حسینؔ فقِیر سائیں دا جنگل جائے سماون!
وَت نہ دُنیا آون!

ترجمہ:

پھر نہیں جگ میں آنا!

سَدا نہ پھُولے سرسوں اور نہ ساون سدا سہانا
چار دنوں کا جوبن تیرا کِس لیے پاپ کمانا
پھر نہیں جگ میں آنا
مَیکا تو ہے چار دنوں کا پھر سُسرال سدھانا
کہے حسینؔ فقیر اللہ کا جا جنگل میں سمانا
پھر نہیں جگ میں آنا

اصل متن:

اَسیں نیناں دے آکھے لگّے!

نی سیّو! ...... اَسیں نیناں دے آکھے لگّے

جِنّھاں پاک نگاہاں ہوئیاں کہیں نہ جاندے ٹھگّے!

کالے پٹ نہ چڑھے سفیدی کاگ نہ تھِیندے بگّے!

شاہ حسین وہ پائیں شہادت پیار میں جو مر مِٹّے!

ترجمہ:

ہم تو نینوں کے پیچھے چلے!

سکھیوری! ...... ہم تو نینوں کے پیچھے چلے!

جن کی نگاہیں پاک ہوئی ہیں وہ تو نہ جائیں ٹھگّے!

ریشم کالا نہ ہو گا چٹّا کوّے نہ ہوں گورے!

شاہ حسین وہ پائیں شہادت پیار میں جو ہیں مِٹے!

عبدالمجید بھٹی کے منظوم ترجمے سے یہ تو ایسی مثالیں ہیں جو نسبتاً بہتر ہیں۔ یاد رہے کہ یہ بھی اسی صورت میں بہتر مثالیں ہیں کہ ان کے ساتھ اصل متن خود بھٹی صاحب ہی کا پیش نظر رکھا جائے تو، لیکن جب ہم شاہ حسین کے کلام کا مختلف فرہنگوں، نثری تراجم یا پنجابی اُردو لغت وغیرہ کی مدد سے بھٹی صاحب کے ترجمے کا اصل متن (۹) سے موازنہ یا تقابل کرتے ہیں تو یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ بھٹی صاحب نے ترجمے میں بعض جگہ ٹھیک ٹھاک قسم کی لغزش کھائی ہے۔ کافیوں کے اس ترجمے میں متعدد ایسی مثالیں مل جاتی ہیں جہاں ترجمہ نگار اصل متن کے مفہوم کو بالکل نہیں سمجھ پائے اور غلط یا اصل کے برعکس ترجمہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ کافیوں کے مصرعوں کے مبہم ترجمے ہیں اور کچھ کے نامکمل۔ اب اگلے صفحات میں اس ترجمے کے بارے میں

اس نوعیت کے مشاہدات ومطالعات پیش خدمت ہیں۔

عبدالمجید بھٹی کے ترجمے سے ذیل میں وہ مثالیں پیش کی جاتی ہیں جہاں ترجمہ نگار نے شاہ حسین کی کافیوں کے اصل مفہوم کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی اور ترجمے میں اصل مفہوم غلط ہوکر رہ گیا ہے۔

(۱) اصل: کلر کھُٹ (۱۰) نہ کھوہڑی چینا ریت نہ گڈوے اڑیا (ص:۴)

ترجمہ: کھود کنواں مت کلّر میں اور چینا ریت نہ بوڑرے (ص:۵)

چینا ایک فصل ہے جسے بویا جاتا ہے، ڈبویا یا بوڑا نہیں جاتا۔ اصل میں گڈّ بمعنی بونا ہی ہے لیکن مترجم نے ہندی لفظ ''بوڑ'' بمعنی ڈبونا استعمال کیا جس سے مطلب ومفہوم غلط ہوگیا۔

(۲) اصل: ویہڑا میرا بھیا سُہناوناں ماتھے نور سُہایا ای (ص:۶)

ترجمہ: آنگن آج سہائے میرا ماتھے پہ نور سوایا ہے (ص:۷)

اصل میں ''سُہاوناں'' بمعنی سہانا کے استعمال ہوا ہے کہ میرا آنگن بہت سہانا، دلکش اور دل پسند لگ رہا ہے۔ مترجم نے اس کا ترجمہ ''سہائے'' کیا ہے جو مناسب نہیں لگتا۔ اس ہندی لفظ ''سہائے'' کے معنی مدد، سہارا، حمایت اور دوستی کے ہیں جو یہاں بے محل ہے۔

(۳) اصل: ساجن رُٹھڑا جاندا وے میں بھُلیاں وے لوکا (ص:۶)

ترجمہ: ساجن میرا میں ساجن کی میں اس پر غش تھی رے لوگو (ص:۷)

اس پورے مصرعے کا ترجمہ غلط ہے۔ ترجمہ یہ بن رہا ہے کہ ساجن میرا ہے اور میں اس کی، میں نے اس سے دل لگا لیا اور اس کی ہوگئی، حالانکہ اصل متن کے مطابق یہ ہے کہ مجھ سے

بھول ہوگئی، میں غلطی کر بیٹھی جس کی بنا پر میرا محبوب مجھ سے روٹھ گیا ہے۔

(۴) اصل: آخر پچھوتاسیں کڑیئے، اٹھ چل ڈھول منالے نی (ص:۸)

ترجمہ: آخر پچھتائے گی بالا، اُٹھ چل شام منانے نی (ص:۹)

یہاں لڑکی (روح) کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تو آخر پچھتائے گی۔ اس سے پہلے پہلے اپنے ڈھول یعنی محبوب کو منا لے۔ بھٹی صاحب ڈھول (محبوب) کے متبادل شام کا لفظ لائے ہیں۔ مفہوم کسی حد تک واضح تو ہو جاتا ہے مگر طبع پہ گراں گزرتا ہے کیونکہ پڑھنے والے کا دھیان شام بمعنی وقت کی طرف جاتا ہے اور ویسے بھی شام کی بجائے شیام (ہندی: محبوب) ہوتا ہے۔ کافی کا عنوان مذکورہ صفحے پر اور فہرست میں بھی ''اُٹھ چل شام منانے ری'' ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ کسی ایک جگہ ہوتا تو شام (بجائے شیام) کو کتابت کی غلطی کہہ سکتے تھے۔

(۵) اصل: دل وچ چنگ اُٹھی ہیرے دی رانجھا تخت ہزاریوں دھایا ای (ص:۱۰)

ترجمہ: دل میں جو ہیرا سا دمکا ہے تخت ہزارے سے رانجھا چلا ری (ص:۱۱)

اصل میں یہ کہا گیا ہے کہ رانجھے کے دل میں ہیر کی محبت پیدا ہوئی ہے اور وہ تخت ہزارے کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا ہے یعنی ہیر کی تلاش کے لئے آ گیا ہے۔ ''چنگ'' یعنی محبت کی چنگاری اور ''ہیرے'' یعنی ''ہیر'' کا ترجمہ ''دل میں جو ہیرا سا دمکا'' بالکل غلط ہے۔

(۶) اصل: کہے حسین فقیر کراری دردمنداں دی چال نیاری (ص:۲۰)

ترجمہ: کہے حسین یہ بات کراری دل والوں کی ریت نیاری (ص:۲۱)

''دل والے'' اکثر صرف زندہ دل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جبکہ ''دردمنداں'' اس سے مختلف بلکہ متضاد کیفیت ہے یعنی دل میں درد رکھنے والا غمزدہ افسردہ یا دردِ عشق کا مارا ہوا۔ اسی طرح ''چال'' اور ''ریت'' میں بھی کوئی مماثلت نہیں۔ ''کراری بات'' بھی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ کراری ''کراڑی'' ہے جو فقیروں اور جوگیوں کا ایک معروف فرقہ ہے۔

(۷) اصل: برہوں قصائی اندر وڑیا گھن کہاوی کاتی (ص:۲۲)

ترجمہ: برہ قصائی تن میں گھسا ہے ہاتھ میں لیکر مارو کاتی (ص:۲۳)

اصل متن کا مفہوم یہ ہے کہ ہجر قصائی کی طرح قتل کرنے والی بڑی چھری لے کر میرے اندر اتر آیا ہے۔ مترجم کے نزدیک ہجر (برہ) قصائی کی طرح جسم میں داخل ہو گیا اور اس کے ہاتھ میں مارو کاتی (مارنے والی چھری) ہے۔ پنجابی لفظ ''مارو'' مار دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں چونکہ اُردو ترجمہ مطلوب ہے لہٰذا مترجم کے نزدیک ہجر قصائی جو اندر آ گیا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے ہاتھ میں کاتی (بڑی چھری) لے کر اُسے مارو اور باہر کر دو ہی بن رہا ہے۔ شاہ حسین نے ہجر کو فاعل قرار دے کر اس کے ہاتھ کاتی تھمائی ہے۔ مترجم نے یہ کاتی مفعول کو دے کر مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا ہے، جو غلط ہے۔ ہاں اگر مترجم نے ''مارو کاتی'' کو پیش کے ساتھ بمعنی ''مارنے والی کاتی'' استعمال کیا ہے تو کسی حد تک درست ہو سکتا ہے البتہ یہ اُردو میں مستعمل نہیں ہے اس لیے پنجابی سے ناآشنا قاری اسے ''مارو'' (مار بھگاؤ) ہی پڑھے گا۔ یہ پنجابی لفظ اعراب بدل دینے سے دو مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے: ''مارو'' کو بہ فتح ''ر'' پڑھیں گے تو معنی ''مار دینا'' اور بہ ضمہ ''ر'' پڑھیں گے تو فاعل مار دینے والا ہوگا اور ویسے بھی بھٹی صاحب نے ''مارو'' پر پیش نہیں لگایا تو یہ مُراد کیوں کر لے لی جائے۔

(۸) اصل: شہ راون دی ریت نہ جانی ایس نجے ترناپے (ص:۲۱)

ترجمہ: بھول گئی بد بخت جوانی راون پر بیتی تھی کیا (ص:۲۲)

بقول شاعر میں نے اپنے محبوب کو خوش کرنے کا کوئی طریق نہیں ڈھونڈا اور اس بنا پر اپنی ویران اور اُجاڑ جوانی کو ضائع کر لیا ہے جبکہ ترجمہ نگار کے نزدیک یہ ہے کہ میری بد بخت (کور ہمت) جوانی بھول کا شکار ہو گئی اور یہ نہ سمجھ سکی کہ راون پر کیا بیتی تھی۔ یہ ترجمہ بالکل الٹ اور غلط ہے۔ بیتی عاشق پر ہے، محبوب پر نہیں، اور راون محبوب ہے، عاشق نہیں۔

(۹) اصل: ایہو منگ لیتی تیں کولوں پل پل بڈھے تساں ول لگنّا (ص:۲۸)
ترجمہ: اتنی ہی مانگ ہے دل میں تمہارے پل پل اپنی پریت بڑھے (ص:۲۹)

اصل میں یہاں محبوب سے طلب (دعا) ہے کہ اے محبوب میں تم سے ایک ہی مطالبہ کرتی ہوں کہ ہر پل میرے دل میں آپ کی محبت بڑھتی چلی جائے۔ مترجم ''تساں ول لگنّا'' کو غلط سمجھے یا غلط کر گئے ہیں۔ ان کے مطابق ترجمہ یہ بن رہا ہے کہ اے محبوب میں صرف یہ طلب کرتی (چاہتی) ہوں کہ تمہارے دل میں میری محبت ہر پل بڑھتی چلی جائے۔

(۱۰) اصل: رانجھن سانوں کُنڈیاں پائیاں دل وچ لگیّا شور (ص:۳۴)
ترجمہ: کانٹوں میں رانجھے نے الجھایا اُٹھتا ہے من سے شور (ص:۳۵)

اصل میں ہے کہ رانجھے نے کُنڈیاں ڈال کر مچھلی کی طرح قابو کر لیا ہے۔ کنڈی کے لیے اُردو میں کانٹا استعمال ہوتا ہے جس سے مچھلی کا شکار کیا جاتا ہے لیکن یہاں ایک کنڈی کا تو سوال نہیں ہے بلکہ ان گنت کنڈیاں (جذبے، برتاؤ، محبتیں) ڈال کر رانجھے نے جکڑ لیا ہے، باندھ لیا ہے، نہ کہ کانٹوں میں الجھا دیا ہے۔ الجھانا اور بات ہے اور اپنی محبت میں جکڑ کر قابو میں لے آنا مختلف، بلکہ برعکس۔

(۱۱) اصل: جان کنواری تاں چاؤ گھناں، پت پرائے دے وس پواں (ص:۳۶)
ترجمہ: کنوار پتا تھا من کے رنگ پوت پُرانے کا ہو سنگ (ص:۳۷)

''جان کنواری'' کا ترجمہ ''کنوار پتا''، چاؤ گھناں (زیادہ شوق) کا ''من کے رنگ''، ''پرائے'' کا ''پرانے''، غلط، مبہم اور نامکمل ترجمے کے ذیل میں آتے ہیں۔ ''پوت پرانے'' تو شاید کتابت کی غلطی ہو لیکن باقی مصرعے کا ترجمہ بھی اصل کے مطابق نہیں۔ اصل متن کا مفہوم ہے کہ میری جان کنواری ہے اس لیے محبوب سے ملنے کا شوق زوروں پر ہے، لیکن (لگتا ہے) آخر کار کسی پرائے شخص سے واسطہ پڑے گا اس لیے (''کیا جاناں کیہی گھُلتے واؤ'') کیا پتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ اس کے برعکس ترجمے کا مفہوم یہ بن رہا ہے کہ کوئی کنوارا (نوجوان) غیر شادی شدہ پتا (پتی) من میں بسا ہے۔

(۱۲) اصل: چوپٹ دے خانے چوراسی جو پلے سو چوٹ نہ کھاسی (ص:۳۶)
ترجمہ: گھر چوراسی ہیں چوپڑ کے پکّی نَرد مگر نہ پیٔے (ص:۳۷)

شاعر کے نزدیک چوپڑ (چوپٹ) کے چوراسی خانے ہیں جو (''پلے'' بھٹی صاحب کا متن ہے۔ جو بے محل ہے۔ یہ دراصل ''پُگے'' ہے یعنی کامیاب ہونا جن کا تعلق چوپڑ کھیل سے ہے) اس خانے تک پہنچ گیا یعنی اس کی عمر چوراسی (۸۴) سال ہو گئی وہ اتنی منازل طے کر کے تجربہ کار ہو جاتا ہے اور پھر غلطی نہیں کرتا۔ بھٹی صاحب کا مفہوم مبہم ہے کہ چوپڑ کے گھر چوراسی ہیں مگر پکی نرد نہیں حاصل ہو سکی۔

(۱۳) اصل: اتن دے وچ گوہڑے رُلدے ہتھ وچ رہ گئی جُٹّی (ص:۵۰)
ترجمہ: صحن میں ساری پُونیاں بکھریں ہاتھ میں رہ گئی جُٹّی (ص:۵۱)

''گوہڑے'' روئی کے پھولوں یا گالوں کو کہتے ہیں جن کو ابھی کاتنا ہے: ''پونی'' بعد کا عمل ہے یعنی دھنکے (دُھنیے) سے روئی (گوہڑے) پہنچایا دھنوا کر بعد میں چھوٹے چھوٹے گالے بنا لیے جاتے ہیں یا ہاتھ سے بل دے کر چھوٹی سی رسی کی طرح بنایا جاتا ہے۔ پھر اُسے ایک ایک کر کے چرخے میں کات کر مچھلی بنالی جاتی ہے جو سوتر کے دھاگے کا مجموعہ ہوتا ہے اور پھر مچھلیوں سے کپڑا کھڈی میں تانے پیٹے کے رُخ بنا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں ''گوہڑے'' کے لیے ''پونی'' بالکل ٹھیک نہیں ہے۔

(۱۴) اصل: جائے پچھوا کواہنڈیاں جہاں اندر بلدیاں ڈھانڈیاں (ص:۵۸)

ترجمہ: بچ کر جو دنیا سے رہیں بے طرح جن کے مَن جلیں (ص:۵۹)

شاعر کے نزدیک جاؤ مسافروں سے پوچھو جن کے اندر عشق فراق کی دھونی روشن ہے جبکہ ترجمہ نگار کے نزدیک ''اکواہنڈیاں'' سے مراد دُنیا سے بچ کر رہنے والے لوگ مراد ہیں، جو درست نہیں۔

(۱۵) اصل: شاہ حسین دی عاجزی کاف کہاڑی وات (ص:۷۲)

ترجمہ: شاہ حسین کا عجز تو دیکھو کر نہ سکے کوئی بات (ص:۷۳)

اصل کا ترجمہ یہ ہے کہ شاہ حسین کی عاجزی کلہاڑی کی طرح اس کے تمام گناہوں کو کاٹ دے گی مگر مترجم کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ شاہ حسین عاجزی کی بنا پر کوئی بات کرنے سے قاصر ہیں۔

(۱۶) اصل: تیں جیہا میں کوئی نہ ڈٹھا، اَگّے ہو مُڑے (ص:۸۲)

ترجمہ: تجھ سا کوئی نہیں دیکھا جا کر جو پلٹ آئے (ص:۸۳)

تجھ سا میں نے کوئی نہیں دیکھا جو آگے بڑھنے کی ہمت بھی کرتا ہے اور پھر وہ (رستے کے خوف خطرے سے) واپس آجاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ تیرے پاس نیک عمل نہیں ہیں (''بناں عملاں آدمی، وبندے لکھ لڑھے''۔ شاہ حسین) ترجمہ سپاٹ اور مہمل سا ہے جو من کو بھاتا نہیں ہے۔

(۱۷) اصل: کہے حسین فقیر نماناں توں صاحب میں داس (ص:۸۶)

ترجمہ: کہے حسین فقیر نمانا تو بندھو، میں داس (ص:۸۷)

شاہ حسین نے محبوب کو صاحب (آقا) قرار دے کر خود کو اس کا داس (غلام) کہا ہے۔ مترجم نے ''صاحب'' کی جگہ ''بندھو'' لکھا ہے جو غلط ہے۔ سنسکرت کے اس لفظ کے معنی ہیں رشتہ دار، بھائی بند، برادری دوست۔ اسلیے یہاں یہ لفظ بے محل ہے۔ پورے مصرے کا ترجمہ تکلفاً کر دیا گیا ورنہ اصل زیادہ واضح اور قابل فہم ہے۔ ''بندھو'' کی جگہ 'صاحب' واضح، بامعنی، درست اور وزن میں بھیہے۔

(۱۸) اصل: چار دیہاڑے گوئل واسا اس جیون دا کیہہ بھرواسا نہ کرا تناماں (ص:۱۱۰)

ترجمہ: گوئل باسا چار دنوں کا اس جیون پہ بھروسا کیسا نہ کرا تناماں (ص:۱۱۱)

ترجمہ نگار ''گوئل باسا'' ٹھیٹھ پنجابی لفظ ''گوئل واسا'' کے لئے لائے ہیں۔ ''باس'' کا مطلب ''رہنا'' ہوتا ہے یہ ٹھیک اور موزوں ہے مگر گوئل کا مطلب یا معنی بتائے بغیر اس طرح ترجمہ کر دینے سے اس طرح کے ٹھیٹھ پنجابی الفاظ سے آگہی نہ رکھنے والا مشکل اور الجھن میں پڑ سکتا

ہے۔ یہ لفظ شاہ حسین کی ایک دوسری کافی ''گونکڑا دن چار کڑے'' میں بھی استعمال ہوا ہے۔ دونوں جگہ مفہوم مسافروں کا عارضی پڑاؤ ہے۔

(۱۹) اصل: ہورناں نال اُدھار کریندی ساتھوں وی کُجھ ہتھ لے (ص:۱۵۲)

ترجمہ: چاہے تو اوروں کو ٹالے پر تو ہم سے تو کچھ پالے (ص:۱۵۳)

یعنی تو دوسروں سے معاملہ کرتے ہوئے نقد ادائیگی ایک مخصوص مدت کے لیے مؤخر کر دیتی ہے لیکن ہم نقد سودے پر یقین رکھتے ہیں اس لیے ہم سے کچھ نقد لے لے۔ مترجم کے نزدیک یہ ہے کہ بے شک تو دوسروں کو ٹال دے لیکن ہم سے کچھ حاصل کر لے۔ اگرچہ مفہوم واضح ہو جاتا ہے مگر سمجھنے کے لئے بہت دور کی کوڑی لانی پڑتی ہے۔

(۲۰) اصل: ساجن تمرے روسڑے موئے آدر کرے نہ کوئے
دُر دُر کریں سہیلیاں ٹُر ٹُر تاکوں توئے (ص:۱۵۸)

ترجمہ: ساجن تجھ سے خفا نہیں، میرا آدر کرے نہ کوئی
سکھیاں دھتکاریں تو ڈھونڈوں میں تیری دلجوئی (ص:۱۵۹)

اصل کا ترجمہ ہے کہ اے محبوب آپ کے روٹھ جانے سے میری آدر (اچھا برتاؤ یا آبرو) باقی نہیں رہی لیکن اس کے باوجود لوگ (سہیلیاں) جیسے جیسے مجھے دھتکارتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں ویسے ویسے میں آپ کی طرف دیکھتی ہوں یا آپ کو تلاش کرتی ہوں یعنی آپ کو زیادہ سے زیادہ یاد کرتی ہوں۔ مترجم نے پہلے مصرعے میں خطاب محبوب سے نہیں کیا بلکہ اپنے آپ سے کیا ہے۔ پھر آخری حصے میں مسلسل محبوب کی یاد میں رہنا یا اُسے یا اس کی راہ دیکھتے رہنا اور اس کی

دلجوئی ڈھونڈنا دو مختلف باتیں ہیں۔ اصل میں محبوب کی دلجوئی حاصل کرنے سے بے نیازی ہے صرف اپنی مستقل مزاجی کا خوبصورت اور منفرد طریق پہ فیصلہ کن انداز میں اظہار ہے۔ لیکن ترجمے میں وہ مفہوم ادا نہیں ہو سکا بلکہ برعکس ہو گیا ہے کہ یہاں ''سکھیوں'' کے بُرا بھلا کہنے پر محبوب کی پناہ ڈھونڈی جا رہی ہے یا پھر اس (محبوب) سے دل بہلائے جانے کی تمنا ہو رہی ہے۔

عبدالمجید بھٹی کے ترجمے میں سے مندرجہ بالا غلط مفہوم کے علاوہ ذیل میں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں جہاں ترجمے میں اصل متن کا مفہوم واضح نہیں ہو پاتا اور مبہم ہو کر رہ گیا ہے۔

(۱) اصل: سادھ سنگت دے اوہلے رہندے بُدھ جنہاں دی سوری (ص:۸۰)

ترجمہ: جو ہیں سادھو سنگت پیچھے کیا کہنا ان کی بُدھ کا (ص:۸۱)

جو لوگ زندگی میں سادھوؤں سنتوں کی باتیں مان کر ان کی اطاعت کرتے ہیں (پیچھے چلتے ہیں) ان لوگوں کی عقل (''بدھ'') ''سوری'' (چنگی) ہوتی ہے ترجمہ نگار نے اندر کی رمز بتائے بغیر سطحی ترجمہ کر دیا ہے۔

(۲) اصل: سالو میرا آل دا کوئی محرم ناہیں حال دا کس پر آکھاں جائے (ص:۱۰۲)

ترجمہ: سالو میرا آل کا ہے کوئی نہ محرم حال کا ہے دکھ یہ کہا نہیں جائے (ص:۱۰۳)

ترجمہ نگار نے معمولی سے تغیر و تبدل کے ساتھ شاعر کا مصرع ہی دہرا دیا ہے۔ اپنا دکھ کس جگہ پر جا بیان کروں کی بجائے دکھ کیسے کہوں یا کہہ نہ پاؤں مراد لیا ہے۔

(۳) اصل: سالو میرا اُنّی دا کوئی شام بندرابن سُنی دا جاناں مکھڑے راہے (ص:۱۰۲)

ترجمہ: سالو میرا جائے بنا سندرابن میں شام سُنا مکھڑا رستہ جائے (ص:۱۰۳)

اصل متن میں میرا سالو (پھلکاری یا دوپٹہ جو لڑکیاں شادی کے وقت سر پہ لیتی ہیں) اون کا ہے یا پھر اُنا جا رہا ہے اور سندرا بن کے جنگل میں شیام (محبوب) کے بارے میں سنا ہے میں اس کے پاس جانا چاہتی ہوں مگر وہاں تک جانے کا راستہ بہت مشکل ہے جبکہ بھٹی صاحب نے ترجمہ میں یہ مفہوم ادا نہیں کیا۔

(۴) اصل: نہ اسیں ننگ نہ دنیا والے سہدی چتّی گھنی (ص:۸۸)
ترجمہ: ہم نہ ملنگ نہ دُنیا والے ہنستی ہے جتی کھنی (ص:۸۹)

بقول شاعر ہم نہ تو ''ننگ'' یعنی درویش دُنیا سے بے پرواہ بن سکے تا کہ اگلی دُنیا میں کامران ہو جائیں اور نہ ہی پوری طرح دنیا دار مقام و مرتبے اور اچھی سماجی حیثیت کے مالک ہو کر یہاں ہی کامیاب ہو سکے ہماری اس پتلی حالت پہ ہر کوئی (جتّی کھنّی) ہنستا ہے۔ بھٹی صاحب نے مصرعے کے پہلے حصہ کا کچھ نہ کچھ مفہوم ادا کر دیا ہے البتہ جتّی کھنّی کا متبادل نہیں دیا جس سے ایک نوآموز قاری شاعر کی بات بالکل نہیں جان سکے گا۔

ترجمہ کرنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جو قارئین ایک زبان کو نہیں جانتے وہ اپنی زبان میں کیے گئے ترجمے کے ذریعے اس زبان کی دانش کو سمجھ سکیں اور اس سے فیض یاب ہو سکیں۔ عبدالمجید بھٹی کے زیر بحث ترجمے سے یہ مقصد مکمل طور پر پورا نہیں ہوتا کیونکہ ایک تو انھوں نے الفاظ کے ہیر پھیر کے ذریعے ترجمے کو مبہم اور غیر واضح کر دیا ہے، دوسرا اس میں اصل پنجابی متن کے الفاظ کے کثرت استعمال نے اسے ویسا ہی مشکل اور حل طلب بنا دیا ہے جیسی شاہ حسین کی اصل کافیاں ہیں۔ گویا اردو دان طبقے کے لیے اس سے استفادہ کرنا ویسا ہی مشکل ہے۔ بھٹی صاحب نے ترجمے میں اصل متن کے ایسے مشکل الفاظ کو ہو بہو اسی طرح موزوں کر دیا ہے جس سے ترجمہ ویسا ہی مشکل، گنجلک اور کسی حد تک مبہم رہتا ہے جیسا کہ شاہ حسین کی بعض کافیوں میں ہے۔ ذیل میں اس نوعیت کی چند مثالیں بغیر کسی وضاحت کے درج کی جاتی ہیں:

(۱) اصل: سجّن دے ہتھ بانہہ اساڈی (ص:۴)
ترجمہ: ساجن کے ہتھ بانہہ ہماری (ص:۵)

(۲) اصل: تیرا باغ بغیچہ تیرا ایں بلبل باغ تہارے دی (ص:۴)
ترجمہ: باغ بغیچہ تیرا میں ہوں بلبل باغ تہارے کی (ص:۵)

(۳) اصل: روندی پکڑ بٹھائی کھارے زوری دتی اولانواں (ص:۸)
ترجمہ: کھارے پہ روتی ہوئی کو بٹھایا زوراز وری کے پھیرے (ص:۹)

(۴) اصل: ساچی ساکھی کہے حسیناں، جان جیواں تاہیں سُکھ چیناں (ص:۳۸)
ترجمہ: ساچی ساکھی کہت حُسین جیتے ہیں تو ہے سکھ چین (ص:۳۹)

(۵) اصل: چرخا بولے سائیں سائیں باتڑ بولے توں (ص:۴۲)
ترجمہ: چرخہ بولے سائیں سائیں باتڑ بولے ہو (ص:۴۳)

(۶) اصل: اس ویڑے وچ مکنا ہاتھی منگل بال کھبہڑے (ص:۶۸)
ترجمہ: اس آنگن میں مُکنا ہاتھی جو زنجیریں توڑے (ص:۶۹)

عبدالمجید بھٹی کے ترجمے میں سے مندرجہ بالا جتنی مثالیں دی گئی ہیں وہ کچھ اس نوعیت کی تھیں کہ ترجمہ نگار اصل مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے اور ترجمہ غلط کر دیا یا حل طلب پنجابی الفاظ کو من وعن درج کر کے ترجمے کو مبہم بنا دیا۔ ان حوالوں کے علاوہ ایک بہت ہی دلچسپ اور اہم مطالعہ اس ترجمے کے حوالے سے یہ بھی سامنے آیا ہے کہ ترجمہ نگار نے مختلف کافیوں کے کچھ مکمل

مصرعوں کے یا مصرعوں کے کچھ اجزا کا ترجمہ کیا ہی نہیں چنانچہ ترجمے کے ساتھ دیئے ہوئے ان کے اصل متن کا موازنہ کریں تو اس نوعیت کی مثالیں سامنے آتی ہیں جہاں ترجمہ نگار نے اصل متن کو نظر انداز کیا اور وہ ترجمے کا حصہ نہیں بن سکا۔ ذیل کی مثالوں میں اصل متن کے جن حصوں (الفاظ) پر خط کھینچا گیا ہے ترجمہ نگار نے ان کا ترجمہ نہیں کیا یا نہیں کر سکے۔

(۱) اصل: راتیں دنیں پھراں وچ جھل دے پُڑن ببولاں دے کنڈے (ص:۱۰)

ترجمہ: میں پاگل بھٹکوں دن ریناں ایک ہی دھن ایک ہی رنگ (ص:۱۱)

(۲) اصل: کوئی سنگ نہ ساتھی مَر دیاں، کجھ کیتو ناہیں سَر دیاں (ص:۵۸)

کافی نمبر ۵۴ صفحہ ۵۸ میں سے اس مکمل مصرعے کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

(۳) اصل: چندیں ہزار عالم، تُوں کیھڑی ایں کُڑے (ص:۸۲)

ترجمہ: دیکھ ہزاروں عالم، بالا، سامنے ہیں تیرے (ص:۸۳)

(۴) اصل: چریندی آئی لیلڑے، تُمیندی اُنّ کڑے (ص:۸۲)

ترجمہ: تو چرواہی سی ہو کر اپنے کو کیا سمجھے (ص:۸۳)

بھٹی صاحب کے ترجمے کے مندرجہ بالا مختلف نوعیت کے مطالعات کی فہرست طویل ہے۔ اب تک اس بات کا اندازہ ہو چکا ہو گا کہ بھٹی صاحب نے ترجمہ نگاری کے اصولوں کی پابندی کرنے کی بجائے نہ صرف انہیں نظر انداز کیا بلکہ خود ساختہ اصولوں سے بھی انحراف کرتے نظر آتے ہیں۔ حیرت اس وقت ہوتی ہے جہاں ان جیسے پنجابی زبان کے رمز شناس بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں، اردو سے کم واقفیت سے زیادہ پنجابی سے عدم واقفیت کا ثبوت ملتا ہے۔ اب یہاں

اختصار کے پیش نظر اس نوعیت کی مثالوں میں سے چند بہت سی اہم کافیوں کے ایسے مصرعوں کا صرف اصل متن بغیر وضاحت کے پیش خدمت ہے جن میں ایسے مصرعے بھی ہیں کہ ترجمہ بالکل غلط ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جہاں ترجمہ مبہم رہا یا سرے سے کیا ہی نہ جا سکا:

(۱) جھک رہیاں میں عشق پلا ہمناں (ص:۳۰)

(۲) دکھ دی روٹی درد دا سالن آہیں دا بالن بال (ص:۳۶)

(۳) سَٹے کھیڈن جہاں بھاگ متھورے کھیڈیاں لے جان وسورے (ص:۳۶)

(۴) کہے حسین فقیر نمانا کوئی مڑ سمجھاوَ ایہناں یاراں نوں (ص:۳۸)

(۵) کہے حسین فقیر سائیں دا نین نیناں نال مُتّے (ص:۴۶)

(۶) جے وَڈ چرخاتے وَڈ مُنّے ہن کہہ گیا بارہ پنّے (ص:۴۸)

(۷) کھڈّی دے وچ جلد ہی پھاتی نلکیاں دا [illegible] دہاتاں (ص:۵۴)

(۸) ہسّن کھیڈن بھاء ساڈے دتا جی رب آپ اسانوں (ص:۷۰)

(۹) کئیاں سکھیاں دُند مچائی پنجاں بیڑی وہن رُڑھائی (ص:۷۸)

(۱۰) درشن دیہہ! دیا کر موکوں سمراں میں ساس گراس دو (ص:۸۶)

(۱۱) چُلھے پچھے پنج کسیرے مال کیوں کر بھریں؟ (ص:۹۴)

(۱۲) سُن تُوں نی کال مریندا ای (ص:۱۱۲)

(۱۳) ڈاہڈے دے پیاڈرے نیں آئے آن کے ہتھ اوہنا تکڑے نے پائے (ص:۱۴۲)

عبدالمجید بھٹی کے پابند ترجمے کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) کا پچھلے صفحات میں جو جائزہ لیا گیا ہے اور ان مطالعات و مشاہدات سے جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ کوئی بہت حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ان کا یہ ترجمہ زیادہ معیاری نہیں ہے۔ وہ کافیوں کا لفظ بلفظ ترجمہ کرتے چلے گئے ہیں بلکہ بعض جگہ تو وہ شاہ حسین کے استعمال کردہ الفاظ ہی استعمال

کرتے ہیں جو کہ اردو دان طبقے کے لئے بالکل اجنبی ہیں۔ اس طرح استفادہ کرنے والے کلام شاہ حسین کی روح اور جذبے سے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔

شاہ حسین کے بہت سارے الفاظ پنجابی سیاق وسباق میں ہی سمجھے اور سمجھائے جا سکتے ہیں اور اُردو والوں کے لئے مشکل اور ادق بھی ہیں۔ بھٹی صاحب کے ترجمے کے ذریعے شاہ حسین کی کافیوں کی اصل روح اور پوری نفسیاتی کیفیت دوسروں تک نہیں پہنچ پاتی۔ اس طرح اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بھٹی صاحب کا یہ ترجمہ، ترجمے کی حد سے آگے بڑھ کر ابلاغ کی سرحدوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ ان کے اس ترجمے کے بارے میں پنجابی زبان وادب کے نامور محقق، نقاد اور دانشور محمد آصف خاں اپنے ایک پنجابی مضمون ''شاہ حسین بارے کتاباں'' میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> عبدالمجید بھٹی ہوراں شاہ حسین دیاں کافیاں دا اردو وچ منظوم ترجمہ دِتا اے تے ایہہ کتاب ۱۹۶۱ء وچ چھپی اے۔ ایہدے وچ ڈھیر ساریاں غلطیاں نیں ... (ایہناں) دے اکثر ترجمے اصل کافیاں توں ہٹویں نیں تے اینویں رواں رویں وچ کیتے ہوئے نیں۔ (۱۱)

عبدالمجید بھٹی کے اس ترجمے میں شاید یہی مسئلہ رہا کہ ترجمہ نگار شاہ حسین کے دور کی پنجابی زبان سے مکمل طور پر آگاہ اور واقف نہ تھے یا پھر انھوں نے دانستہ طور پر ایسا ظاہر کیا۔ وہ شاہ حسین کے زمانے کے سماجی اور تہذیبی حقائق کو پوری طرح سمجھ نہ پائے کہ اس طرح اس زمانے کے پنجابی الفاظ اور لب و لہجے کا صحیح ادراک کر سکتے۔ بھٹی صاحب اُردو زبان کے ساتھ پنجابی زبان کے بھی مانے ہوئے شاعر اور ادیب تھے، اور ان کی پنجابی شاعری اور ناول نگاری کی حیثیت مسلمہ ہے، اور ان کا یہ ترجمہ پنجابی کلام کے منظوم اُردو ترجموں میں اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ پنجابی شعرا میں سے شاہ حسین کے کلام کا مکمل ترجمہ کرنے کا حوصلہ ان کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے نہیں کیا۔ اس ترجمے کی یہ اہمیت شاہ حسین کے کلام کے ترجمہ نگاروں میں سے کسی

دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے ان کا یہ ترجمہ حوالے کی کتاب کا درجہ رکھتا ہے۔ ایک دوسری خصوصیت بھی اس ترجمے کی نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ عام طور پر شاہ حسین کی کافیوں کے چھپنے والے ایڈیشن ایک ہی ترتیب اور انداز کے ہیں۔ یہ پہل بھی عبدالمجید بھٹی نے کی ہے کہ شاہ حسین کے کلام کو موضوعاتی ترتیب سے پیش کیا جائے تاکہ کسی ایک موضوع اور فکر سے متعلق شاہ حسین کی تمام کافیاں ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں جس سے ان کے کلام کی تفہیم زیادہ آسان ہو سکے اور اس کا مکمل جائزہ لیا جا سکے۔ اس طرح شاہ حسین کے اصل کلام کی اس موضوعاتی ترتیب کے ساتھ منظوم اُردو ترجمے نے بھی کسی حد تک اُسے آسان بنا دیا ہے۔ یہ آسانی شاہ حسین کے کلام کے نثری تراجم سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور ایسا ہوا بھی ہے لیکن منظوم ترجمے کرنا ایک تو پنجابی سے منظوم اُردو ترجمے کی روایت میں اضافے کا باعث ہے اور دوسری یہ بات کہ جس قدر غلطیاں اصل مفہوم کو سمجھنے میں اس منظوم ترجمے میں پیدا ہوئی ہیں، نثری تراجم کو بھی اسی گہری تنقیدی نظر سے دیکھیں تو ایسی متعدد مثالیں وہاں بھی مل جاتی ہیں۔

عبدالمجید بھٹی کے علاوہ شاہ حسین کی کافیوں کے دوسرے ترجمہ نگاروں نے جزوی طور پر دو ایک یا چند کافیوں کے ترجمے کیے ہیں۔ شاہ حسین کی کافیوں کا اصل متن ۱۹۴۲ء میں پہلی بار ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے مرتب کیا۔ ان کے بعد جس نے بھی اسے مرتب کیا موہن سنگھ دیوانہ ہی کے مرتبہ ایڈیشن کو بنیاد بنایا۔ کچھ معمولی ترمیم و اضافے کے علاوہ کوئی بڑی تبدیلی متن میں نہیں آئی۔ اس لیے افضل پرویز، شفیع عقیل اور مقبول الٰہی کے ترجموں کا تجزیہ و موازنہ کرتے ہوئے کلامِ شاہ حسین کے کچھ دوسرے مرتبہ ایڈیشنوں کے علاوہ دیوانہ صاحب ہی کے ایڈیشن کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ان ترجمہ نگاروں میں صرف عبدالمجید بھٹی اور شریف کنجاہی نے اصل متن ساتھ دیا ہے۔ ان کے ترجموں کا موازنہ ان کے دیئے ہوئے متن ہی سے کیا ہے۔ چونکہ بھٹی صاحب کے علاوہ دوسرے چار ترجمہ نگاروں نے محض چند ایک کافیوں کے ترجمے کیے ہیں اس لیے ان میں کوئی ایسی بڑی غلطی یا اصل کے برعکس مفہوم والی صورت موجود نہیں ہے۔ پس ان میں صرف یہ فرق ہے کہ کسی نے ترجمہ کافی کے انداز میں کیا کسی نے آزاد نظم اور کسی نے کافی کے بحر و وزن سے ہٹ کر پابند نظم کے انداز میں کیا ہے۔ ان

میں افضل پرویز نے ایک کافی کا آزاد ترجمہ کیا ہے۔ ذیل میں ان تمام (پانچ) ترجمہ نگاروں کے ترجموں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں جس سے پوری کافی کو سامنے رکھ کر مجموعی طور پر اندازہ ہو سکے گا کہ کس نے کس انداز میں اور کتنا اچھا یا کامیاب ترجمہ کیا ہے۔ ان نمونوں میں صرف ایک ایک کافی کا مع اصل متن ترجمہ دیا جاتا ہے۔

اصل متن:

متّراں دی مجمانی خاطر لہو دل دا چھانی دا
کڈھ کلیجہ کیتم بیرے، سو بھی نہیں لائق تیرے
ہور توفیق نہیں کجھ میرے ، اِک کٹورہ پانی دا
سیج سُتّی تیئں نیند نہ آوے ظالم بر ہوں آن ستاوے
لِکھ کتاب بھیجاں در تیرے دل دا حرف پچھانی دا
راتیں درد دہیں درماندتی ہن نیناں دی لائی آ کاتی
کدی وت موڑلے پاو وجھاتی دیکھو حال نمانی دا
جیوں بھاوے تیّوں کرے پیارا ایہناں لکیاں دا پنتھ نیارا
راتیں دِھیں دھیان تمہارا جیوں بھانویں تیوں تاری دا!
تیرے کارن پھراں آزادی جنگل ڈھونڈیا پیر پیادی
رو رو نین کرن فریادی کیہا دوس نمانی دا
دُکھاں سُولاں رَل کیتا ایکا نہ کوئی سوہرا نہ کوئی پیکا
آس رہی ہُن تیری ایکا پلّا پکڑ انجانی دا !
کہے حسینؔ فقیر کراری درد منداں دی چال نیاری
ایہا ویدن مَیں تن بھاری اگّے سچ پچھانی دا !(۱۲)

ترجمہ (عبدالمجید بھٹی):

پیاروں کی مہمانداری کو دل کا خون کشید کروں
پیش کیے ہیں دل کے ٹکڑے وہ بھی نہیں ہیں لائق تیرے
اور نہیں توفیق مجھے مَیں نین کٹورے نِیر بھروں
سیج پہ مجھ کو نیند نہ آئے تیرا ظالم ہجر ستائے
دِل کا حال سمجھ لینا تم مَیں کیفیت لِکھ بھیجوں
نینوں نے کیا تیر چلائے سانجھ سویرے درد ستائے
ایک نظر ہی دیکھ لے مڑ کر مَیں بے چاری عرض کروں
جو من بھائے سو کرے پیارا الفت کا ہے پنتھ نیارا
تجھ پر ہی تو آس لگی ہے تو چاہے تو پار اتروں
تیرے لئے ہو کر آوارہ بن بستی میں تجھ کو پُکارا
رو رو کر فریادی ہو کے میرا دوش ہے کیا پوچھوں
رنج و الم نے کر لیا ایکا اب میرا سُسرال نہ مَیکا
پَلّو پکڑے میرے سہارے مَیں ناداں یہ عرض کروں
کہے حسینؔ یہ بات کراری دل والوں کی ریت ہے نیاری
ایک ہی بوجھ ہے مجھ پر بھاری سیج پرکھیں گے سوچ مروں(۱۳)

ترجمہ (افضل پرویز)

کافی

سانوریا مہمان ہوئے ہیں دل کا خون کشید کروں
پیش کروں گی دل کے ٹکڑے وہ بھی اس قابل تو نہ ہونگے
اور تو کیا خاطر ہو مجھ سے نین کٹورے نیر بھروں

آج سجن مہمان ہیں میرے دل کا خون کشید کروں

نینوں نے وہ تیر چلائے ساجھ سویرے درد ستائے
ایسے میں وہ دیکھ تو جائے میں بیچاری عرض کروں
سانوریا مہمان ہوئے ہیں دل کا خون کشید کروں

گلی گلی گھر گھر پھرتی ہوں صحرا، کوہ و کمر پھرتی ہوں
تجھ بن خاک بسر پھرتی ہوں آہ بھروں فریاد کروں
آج سجن مہمان ہیں میرے دل کا خون کشید کروں

رنج و الم نے کر لیا ایکا ساتھی ہے سسرال نہ میکا
تو ہی سہارا ہے ہردے کا میں ناداں پگ سیس دھروں
سانوریا مہمان ہوئے ہیں دل کا خون کشید کروں

کہے ''حسین'' گدائے حقیقت نیاری ہے یہ درد کی دولت
سخت گراں ہے بار امانت جیتے جی یہ سوچ مروں
سانوریا مہمان ہوئے ہیں دل کا خون کشید کروں (۱۴)

اصل متن:

ربا میرے حال دا محرم توں
اندر توں ہیں باہر توں ہیں رُوم رُوم وِچ توں
توں ہیں تانا توں ہیں بانا سبھ کجھ میرا توں
کہے حسین فقیر نمانا میں ناہیں سبھ توں (۱۵)

ترجمہ (شفیع عقیل):

میرے دل کے حال کا محرم، اے میرے رب تو
اندر تو ہے، باہر تو ہے، دیکھوں جس ڈھب تو

تو ہی تانا، تو ہی بانا، سب کچھ ہے اب تو
''شاہ حسین'' کہے بیچارہ میں ناہیں سب تو (۱۶)

اصل متن:

مندی ہاں کہ چنگی ہاں بھی صاحب تیری بندی ہاں
گہلا لوگ جانے دیوانی
میں رنگ صاحب دے رنگی ہاں
ساجن میرا اکھیں وچ وسدا
میں گلیئں پھراں نشنگی ہاں
کہے حسین فقیر سائیں دامیں ور چنگے نال منگی ہاں (۱۷)

ترجمہ (شریف کنجاہی):

مندی ہوں میں چنگی ہوں صاحب تیری ہی بندی ہوں
مورکھ لوگ گنیں دیوانی رنگی ہوں میں رنگ صاحب کے
آنکھوں میں بستا ہے ساجن
بے کھٹکے گلیوں میں گھوموں
کہے حسین فقیر سائیں کا
نسبت ہو گئی بَر چنگے سے (۱۸)

اصل متن:

رہیئے وو نال سجن دے رہیئے وو
لکھ لکھ بدیاں تے سو سو طعنے سبھ سر تے سہیئے وو

توڑے سرونجے دھڑ نالوں تاں بھی حال نہ کہیئے وو
سخن جنہاں دا ہووے داروحال اتھائیں کہیئے وو
چندن رُکھ لگا وچ ویہڑے زور دھگانے کہیے وو
کہے حسین فقیر سائیں دا جیوندیاں مر رہیئے وو[19]

ترجمہ (مقبول الٰہی):

رہیں محبوب کے حضور میں
رہیے وو نال سجن دے رہیے
رہیں محبوب کے حضور رہیں
لاکھ بدیوں کے ناروا الزام
تیرِ طعنہ و دشنۂ دُشنام
باخوشی ، باوقار سَر پہ سہیں
رہیں محبوب کے حضور رہیں
چاہے ہو جائے سر بھی تَن سے جُدا
مُطلقاً حرفِ حالِ دل نہ کہیں
رہیں محبوب کے حضور رہیں
جن کی باتوں سے ہو عطائے شفا
کیوں نہ احوالِ درد اُن سے کہیں
رہیں محبوب کے حضور رہیں
اپنے آنگن میں پُھول پر چندن
زحمتِ جُستجو کہیں نہ سہیں
رہیں محبوب کے حضور رہیں

ہے حسینؒ فقیر کی تلقین
مُـــوتُـــو قَـــب؛ تَـــمُـــر تُـــوا کہتے رہیں
رہیں محبوب کے حضور رہیں[20]

شاہ حسین کے کلام کے ترجموں بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پنجابی سے منظوم اُردو ترجمے کرنے والوں کا انداز، اسلوب، معیار اور طریقہ کار واظہار کیا ہے اور کس کس انداز سے پنجابی کو منظوم اُردو میں ڈھالنے کی کوشش ممکن ہو سکتی ہے۔ ان کے ترجموں اور اس کے علاوہ ان کے دیگر زیر بحث ترجموں میں بھی کہیں نہ کہیں کوئی ایسا لفظ آ جاتا ہے کہ جہاں ترجمہ نگار کو اصل لفظ کے مفہوم کا ادراک نہ ہوا ہو۔ اس کے برعکس ایسی مثالیں بھی ان ترجموں میں مل جاتی ہیں کہ کہیں کہیں کسی لفظ کا ترجمہ ممکن نہیں ہو پاتا۔ اس صورت میں ترجمہ نگار یا تو اس لفظ کو ویسے ہی موزوں کر دیتا ہے یا کہیں سرے سے اس کا ترجمہ کرتا ہی نہیں ہے۔

ہیئت کے لحاظ سے بھی ان ترجموں میں تنوّع نظر آتا ہے۔ ایک بامعنی نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ پنجابی سے منظوم اُردو ترجمہ کرتے ہوئے پابند ترجمے کی نسبت آزاد ترجمے میں ترجمہ نگار زیادہ کامیاب ٹھہرتا ہے۔ اس طرح وہ اصل زبان کے مزاج کو بھی برقرار رکھتا ہے اور ذرا آزادی کے ساتھ اُردو لہجے کو بھی مکمل طور پر اپنا کر پنجابی کو کامیاب اردو روپ دے دیتا ہے۔ اس کے برعکس پابند ترجمے میں اُردو کا وہ رس، لوچ اور اثر پیدا نہیں ہو سکتا جو اس سے مخصوص ہے۔ اس پہ مستزاد یہ کہ پنجابی مفہوم کی روح بھی پریشان ہو جاتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* محمود الحسن بزمی، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور۔

(۱) کلامِ شاہ حسین کے درج ذیل منظوم اُردو تراجم ملتے ہیں:

الف عبدالمجید بھٹی، ''شاہ حسین کی دو کافیاں'' خیابان پاک (کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء)، ۷۳، ۷۵۔ [یہ اور اگلے ترجمہ شدہ کافیوں کی تعداد یہاں بتا دی گئی ہے یہ ترجمہ نگاروں کے دیئے ہوئے عنوانات نہیں ہیں۔]

عبدالمجید بھٹی، کافیاں شاہ حسین منظوم اُردو ترجمہ، طبع اوّل (لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، ۱۹۶۱ء)۔

[یہ شاہ حسین کی تمام کافیوں کے منظوم ترجمہ کی کتابی صورت ہے۔ اس میں بھٹی صاحب نے ۱۳۹ کافیوں کا منظوم ترجمہ مع اصل متن دیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی ترجمہ نگاروں کے جزوی تراجم ہیں جن کا آگے ذکر ہو گا۔]

عبدالمجید بھٹی، کافیاں شاہ حسین منظوم اُردو ترجمہ، طبع دوم (اسلام آباد: لوک ورثہ کا قومی ادارہ، ۱۹۷۷ء)۔

ب افضل پرویز، ''متراں دی مجمانی خاطر'' خیابان پاک (کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء)، ۷۴۔

ج شفیع عقیل، ''شاہ حسین کی چار کافیاں'' خیابان پاک (کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء)، ۷۶۔

شفیع عقیل، ''شاہ حسین کی سات کافیاں'' پنجاب رنگ (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء)، ۲۲-۲۰۔ [ان سات کافیوں میں سے چار وہی ہیں جو اس سے پہلے ''خیابان پاک'' میں آچکی ہیں۔]

د شریف کنجاہی، ''شاہ حسین کی دو کافیاں'' پنجابی شاعری سے انتخاب (اسلام آباد: اکادمی ادبیاتِ پاکستان، ۱۹۸۳ء)، ۲۳۔

ھ مقبول الٰہی، ''شاہ حسین کی تین کافیاں'' سہ ماہی ادبیات ۱-۱ (جولائی تا ستمبر ۱۹۸۷ء): ۱۰۸-۱۰۶۔

(۲) شاہ حسین کی کافیوں کے اصل متن کی مندرجہ ذیل ایڈیشنوں اور کتب سے مدد لی گئی ہے:

الف موہن سنگھ دیوانہ، مرتب مکمل کافیاں شاہ حسین (لاہور: ۱۹۴۲ء)۔

ب نذیر احمد، مرتب کلام شاہ حسین (لاہور: پیکجز لمیٹڈ، س ن)۔ [کتاب پر تاریخ اشاعت درج نہیں البتہ مقدمہ کے آخر میں جون ۱۹۷۹ء درج ہے۔]

ج موہن سنگھ دیوانہ، مرتب کافیاں شاہ حسین، نثری ترجمہ و تشریح ایم حبیب اللہ فاروقی (لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۸۸ء)۔

د محمد آصف خاں، مرتب کافیاں شاہ حسین طبع پنجم (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۲۰۰۲ء)۔

ہ حمید اللہ شاہ ہاشمی، مرتب کلام شاہ حسین لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، س ن)۔

و تنویر بخاری، پنجابی اُردو لغت، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء۔

ز ارشاد احمد، اُردو پنجابی لغت، لاہور: پنجابی مرکزی اُردو بورڈ، س ن۔

(۳) عبدالمجید بھٹی، مترجم کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) (اسلام آباد: لوک ورثے کا قومی ادارہ، ۱۹۷۷ء)، ح۔

(۴) عبدالمجید بھٹی کے نزدیک شاہ حسین کی یہ کل کافیاں ہیں، یعنی ۱۳۹۔ ان کے علاوہ کلام شاہ حسین کے دوسرے مرتبین نے ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کی پیروی میں ۱۶۳ کافیاں درج کی ہیں لیکن ان میں بعض معمولی فرق سے دہرا دی گئی ہیں۔

(۵) بھٹی، کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) و۔

(۶) بھٹی، کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) ح۔

(۷) اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز)، ۱۷۹۔

(۸) بھٹی، کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) ۹۔

(۹) جب ۱۹۶۱ء میں عبدالمجید بھٹی نے ترجمہ کیا تو اس وقت تک صرف موہن سنگھ دیوانہ کا مرتب کردہ شاہ حسین کا اصل متن سامنے آیا تھا، لیکن بھٹی صاحب نے اپنے ترجمے کے ساتھ جو اصل متن دیا ہے وہ مکمل طور پر موہن سنگھ دیوانہ یا کسی بھی دوسرے مرتب کے متن کے مطابق نہیں۔ انھوں نے ایک طرح سے خود اس کلام کو مرتب کیا اور اپنی رائے کے مطابق شاہ حسین کا متن درج کیا ہے لیکن بغیر حوالے اور اختلاف کی نشاندہی کرتے ہوئے اس لیے ان کے ترجمے کا ان کے دیے ہوئے متن سے ہی موازنہ کیا جائے گا۔

(۱۰) عبدالمجید بھٹی نے اپنے منظوم ترجمے کے ساتھ جو اصل پنجابی متن دیا ہے اس پر اعراب بھی لگائے ہیں۔ اس لفظ کو پیش کے ساتھ لکھا ہے حالانکہ اس کے اوپر زبر آتی ہے۔ یعنی کھَٹ بمعنی کھودنا۔

(۱۱) محمد آصف خاں، ''شاہ حسین بارے کتاباں'' شاہ حسین (جیون تے شاعری بارے مضمون) (لاہور: مجلس شاہ حسین، ۱۹۶۷ء)، ۱۲۷-۱۲۶۔

(۱۲) بھٹی، کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) ۲۱-۱۸۔

(۱۳) بھٹی، کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) ۲۱-۱۸۔

(۱۴) افضل پرویز، ''کافی شاہ حسین'' خیابان پاک (کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء)، ۷۴۔

(۱۵) یہ ترجمہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ پہلا صفحہ پھٹا ہوا ہے۔ اس لیے ناشر اور تاریخ اشاعت نہیں مل سکی۔

دیوانہ، کافیاں ۱۴۔

(۱۶) عقیل، پنجاب رنگ ۲۱۔

(۱۷) شریف کنجاہی، مرتب و مترجم پنجابی شاعری سے انتخاب (مع منظوم اردو ترجمہ) (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۸۳ء)، ۲۳-۲۲۔

(۱۸) کنجاہی،پنجابی شاعری سے انتخاب (مع منظوم اردو ترجمہ)۲۳-۲۲۔

(۱۹) دیوانہ،کافیاں۳۳۔

(۲۰) الٰہی،(الٰہی مقبول)۱۰۶۔

کتابیات

احمد،ارشاد۔اُردو پنجابی لغت۔لاہور:پنجابی مرکزی اُردو بورڈ،س ن۔

احمد،نذیر۔مرتب کلام شاہ حسین۔لاہور:پیکجز لمیٹڈ،س ن۔

الٰہی،مقبول۔''شاہ حسین کی تین کافیاں۔'' سہ ماہی ادبیات ۱-۱(جولائی تا ستمبر ۱۹۸۷ء)۔

اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا۔لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

بخاری،تنویر۔پنجابی اُردو لغت۔لاہور:اُردو سائنس بورڈ،۱۹۸۹ء۔

بھٹی،عبدالمجید۔''شاہ حسین کی دو کافیاں۔'' خیابان پاک۔کراچی:ادارہ مطبوعات،۱۹۵۶ء۔

بھٹی،عبدالمجید۔کافیاں شاہ حسین منظوم اُردو ترجمہ۔طبع اوّل۔لاہور:پنجابی ادبی اکیڈمی،۱۹۶۱ء۔

بھٹی،عبدالمجید۔مترجم کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ)۔اسلام آباد:لوک ورثے کا قومی ادارہ،۱۹۷۷ء۔

پرویز،افضل۔''متراں دی مجمانی خاطر۔'' خیابان پاک۔کراچی:ادارہ مطبوعات،۱۹۵۶ء۔

پرویز،افضل۔''کافی شاہ حسین۔'' خیابان پاک۔کراچی:ادارہ مطبوعات،۱۹۵۶ء۔

خاں،محمد آصف۔''شاہ حسین بارے کتاباں۔'' شاہ حسین (جیون تے شاعری بارے مضمون)۔لاہور:مجلس شاہ حسین،۱۹۶۷ء۔

خاں،محمد آصف۔مرتب کافیاں شاہ حسین۔طبع پنجم۔لاہور:پاکستان پنجابی ادبی بورڈ،۲۰۰۲ء۔

دیوانہ،موہن سنگھ۔مرتب مکمل کافیاں شاہ حسین(لاہور:۱۹۴۲ء)۔

دیوانہ،موہن سنگھ۔مرتب کافیاں شاہ حسین۔نثری ترجمہ وتشریح ایم حبیب اللہ فاروقی۔لاہور:تاج بک ڈپو،۱۹۸۸ء۔

عقیل،شفیع۔''شاہ حسین کی چار کافیاں۔'' خیابان پاک۔کراچی:ادارہ مطبوعات،۱۹۵۶ء۔

عقیل،شفیع۔''شاہ حسین کی سات کافیاں۔'' پنجاب رنگ۔لاہور:مرکزی اردو بورڈ،۱۹۶۸ء۔

عقیل،شفیع۔ترجمہ پنجاب رنگ۔لاہور:مرکزی اردو بورڈ،۱۹۶۸ء۔

کنجاہی،شریف۔''شاہ حسین کی دو کافیاں۔'' پنجابی شاعری سے انتخاب۔اسلام آباد:اکادمی ادبیاتِ پاکستان،۱۹۸۳ء۔

ہاشمی،حمید اللہ شاہ۔مرتب کلام شاہ حسین۔لاہور:الفیصل ناشران وتاجران کتب،س ن۔